نقش آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قومی یکجہتی، استحکام، باہمی رواداری اور اتحاد واتفاق کی ضرورت واہمیت سے کس باشعور شخص کو انکار ہو سکتا ہے۔ جن لوگوں کے ہاتھ میں عنانِ اقتدار ہے ان کی طرف سے بھی ملکی سالمیت کی خاطر قومی یکجہتی، باہمی اتحاد اور حسنِ معاشرت پر زور دیا جا رہا ہے۔ اس ملک کی غالب اکثریت اہلِ سنت والجماعت کی ہے۔ جس کے ریشہ ریشہ میں صحابہ کرامؓ کی عظمت وتقدیس کے ساتھ ساتھ اہلِ بیتؓ اور ائمہ اطہارؒ کی محبت بھی رچی بسی ہے۔ ایک ایسی اکثریت اگر اپنے اساسی نظریات دینی معتقدات ومسلمات کے تحفظ اور دفاع کے لئے کسی اقلیتی فرقہ کی اُن سرگرمیوں میں قدغن کرتی ہے۔ جسکی زد دینی عظمت وتقدس اور دینی افکار ونظریات پر پڑ رہی ہو، یا جس سے ان کے مسلک ومذہب کے ان لوگوں کی عظمت مجروح ہوتی ہے۔ جن کا وجود دین میں افتخاری اور اسوہ کا مقام رکھے ____ تو ایک اسلامی اور جمہوری ملک میں اسے ہرگز انتشار پسندی اور تفرقہ انگیزی پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔

اس اخلاقی، سیاسی، جمہوری اور دینی استحقاق کے باوجود یہاں کی اکثریت محض قومی یکجہتی اور ملکی استحکام کی خاطر (یا اپنی دینی اقدار ومسلمات سے غفلت اور بے حسی کی وجہ سے) اقلیتی طبقوں سے جس رواداری یا مساوات اور حسنِ سلوک کا مظاہرہ کرتی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس حسنِ معاشرت اور فراخدلی کا خیر مقدم کیا جاتا، اپنے دل آزار معتقدات کو اپنے تک محدود رکھا جاتا، نہ یہ کہ پورے ملک کے سوادِ اعظم پر اپنے جارحانہ عزائم اور توسیعی ارادے نافذ کرانے کی سعی کی جاتی۔ اور اس کے لئے وہ روش اختیار کی جاتی جو نہ تو پاکستان کی سالمیت اور بنیادی اصول سے جوڑ کھائے اور نہ اکثریت کا مسلک و مذہب اسے گوارا کرسکے ____ مگر یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ کوئی فرقہ یا جماعت تو کیا کوئی ایک فرد بھی اٹھ کر پورے ملک کے اعتقادات اور پاکستان کے اساسی نظریہ "اسلام" کو للکار سکتا ہے۔ اُسے دین اور مذہب کے ایک ایک ستون گرانے اور اسلام کے پورے فکری نظام کو تہ وبالا کرنے کی کھلی چھوٹ ہے وہ ڈنکے کی چوٹ علم ومشیخت، مدرسہ وخانقاہ، مسجد ومکتب، درس وتدریس تصنیف ومطالعہ، ارشاد وتربیت غرض اسلام کی ترجمانی کرنے والے تمام مظاہر، اداروں، اور شخصیتوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹانے کی تبلیغ کرتا ہے چند افراد کا ایک گروہ تجدد اور روشن خیالی کے پندار میں پورے دینِ فطرت اسلام کو ملکی ترقی کے لئے "ریورس گیئر" سمجھتا ہے۔ اور

اور اسلام کی ترجمانی کرنے والے تمام علماءِ حق کو "ملائیت" کے نام پر پابندِ طوق و سلاسل کرنے کے مشورے دے رہا ہے۔ (ملاحظہ ہو فکر و نظر۔ اگست ۱۹۶۷ء) ایک شخص (غلام احمد پرویز) اٹھ کر اسلام کے پورے "حدیثی ذخیرہ" اور پیغمبر کی تشریعی حیثیت پر ہاتھ صاف کرتا ہے۔ مگر اس تمام جارحانہ غیر جمہوری، غیر اخلاقی اور لادینی تحریر و تقریر کو قومی یکجہتی کے خلاف اور اکثریت کی دلآزاری قرار نہیں دیا جاتا۔ بلکہ اسلام کی تحقیق و ریسرچ کے نام پر اس اسلام دشمنی اور سیکولر نوازی کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اگر اس ظلم و افراتفری کے خلاف اکثریت کوئی آواز اٹھاتی ہے، تو الٹا اسے انتشار پسند اور تفرقہ انگیز سمجھ لیا جاتا ہے۔

جعلی نبوت کی علمبردار ایک جماعت (جسے پوری اسلامی دنیا روزِ اول سے کافر، مرتد اور خارجِ اسلام سمجھتی ہے) بلا روک ٹوک اپنی نبوت کاذبہ کا پرچار اور مسلمانوں کے بنیادی عقیدہ ختمِ نبوت اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو چیلنج کرتی ہے۔ ملکی زرِ مبادلہ سے تبلیغ کے نام پر دیس دیس میں اسکی خلافِ اسلام مساعی جاری ہیں۔ اس کا امیر پورے طمطراق اور شان بان سے اسلام کا نمائندہ مسلمانوں کا "خلیفہ" اور پاکستان کا "مذہبی راہنما" بن کر یورپ کے سرکاری اور عوامی محافل میں پیش ہو رہا ہے۔ عالمِ اسلام کے بدترین دشمن اسرائیل تک میں اس جماعت کے مشن قائم ہیں جسکا اعلان وہ بلا کسی جھجک کے اپنے گوشواروں میں کر رہی ہے۔ مگر ارتداد کی اس مہم کو نہ تو قومی یکجہتی کے منافی سمجھا جاتا ہے۔ اور نہ مسلمانوں کے عزیز ترین اعتقادات کیلئے چیلنج؛ جبکہ اس ملک کی اکثریت کو اپنے دین اور پیغمبر سے جذباتی اور فدائیانہ لگاؤ ہے۔

اہلِ سنت والجماعۃ (دوسرے الفاظ میں پاکستان کی غالب اکثریت) کی فراخ حوصلگی سے غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش ہمارے شیعہ بھائیوں نے بھی کچھ عرصہ سے شروع کر رکھی ہے۔ ان کے ایک بڑے گروہ کی جانب سے ۱۔ شیعہ بچوں کے لئے الگ نصاب تعلیم و تربیت بنانے۔ ۲۔ عزاداری (دوسرے الفاظ میں تبرا اور صحابہؓ کے سب و شتم) کے جلوسوں کو ہر قسم کی پابندی سے آزاد کرانے۔ ۳۔ اور شیعوں کے لئے ایک الگ اوقاف بورڈ قائم کرنے کے مطالبات پیش کئے جا رہے ہیں۔ ان مطالبات کی خاطر "میدانِ کربلا" کی یاد تازہ کرنے تک کی دھمکیاں دی گئی ہیں۔ اب تک اکثریتی طبقہ کے علمی و فکری حلقوں نے ان انتشار انگیز باتوں کو درخورِ اعتنا ہی نہ سمجھا کہ ملکی استحکام اور بقا کو غتر بود کرنے والی ان فتنہ آمیز باتوں پر غور کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جسکی ہلاکت آفرینی کا شیعہ حضرات کے سمجھدار اور سنجیدہ حلقوں کو بھی احساس ہو گا کہ الگ تھلگ رہنے کا یہ احساس اور علیحدگی کی یہ جد و جہد اگر ایک طرف ملک کی سالمیت پر ایک کاری ضرب ہے تو دوسری طرف عظیم اکثریت کے ردِ عمل کی شکل میں خود شیعوں

کیلئے یہ انداز افتراق بیشمار مشکلات کا باعث بن سکتا ہے۔ علیحدگی کے ان رجحانات کا ردِ عمل پھر تعلیم اور اوقاف تک محدود نہ رہے گا بلکہ کئی دیگر ایسے امور میں اس کا ظہور ہو سکتا ہے جس کا تصور بھی ملک و ملت کے بہی خواہ نہیں کر سکتے۔ ان وجوہات سے اہل سنت ان مطالبات کو" دیوانوں کی بڑ" سمجھتے رہے ہے مگر بدقسمتی سے اونچی سطح پر بعض ایسی باتیں ظاہر ہونے لگیں جس سے اہل سنّت کی خوش فہمی اور حسن ظن غلط ثابت ہونے لگا۔ مثال کے طور پر یہ المناک خبر کہ سرکاری مدارس کے نصاب اسلامیات میں سے خلافت راشدہ کا عنوان حذف کر دیا گیا ہے۔ بالفاظ دیگر سکولوں کو ایک سرکلر کے ذریعہ سیدنا ابوبکرؓ سیدنا عمرؓ سیدنا عثمانؓ جیسے معماران اسلام کے احوال و سوانح کی تعلیم سے روک دیا گیا ہے۔ (جن کی سوانح یورپ کی بعض یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل اور ان کے لئے مشعلِ راہ ہے۔) جن کی پاکیزہ معیاری سیرت ملک اور معاشرہ کی تشکیل کیلئے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ دوسری طرف جناب گورنر مغربی پاکستان کیطرف سے شیعہ مطالبات پر غور کیلئے بورڈ کی نامزدگی کی خبریں آئیں ان امور نے بجا طور پر اہل سنّت کو چونکا دیا ہے۔ اور یہ خبریں پورے ملک کیلئے لمحۂ فکریہ بن چکی ہیں۔ ایک ایسی تحریک جس کے نتیجہ میں ملک و ملت ہمیشہ کیلئے دو گروہوں میں بٹ جانے اور نہ ختم ہونے والے افتراق کا سلسلہ شروع ہو، کوئی معمولی سانحہ نہیں جس سے اہل سنت اور ملک کے دوسرے خیر خواہ صرف نظر کر سکیں ——— اسی سلسلہ میں پچھلے دنوں ملتان میں تنظیم اہل سنّت کیطرف سے سُنی کنونشن کا انعقاد وقت کی اہم ضرورت اور ہر لحاظ سے موزوں اقدام ہے۔ اس کنونشن میں پورے مغربی پاکستان کے مختلف دینی عناصر نے بھاری تعداد میں شمولیت کی اور مسئلہ کے جملہ پہلوؤں پر غور کے بعد چند قرار دادیں پاس کیں جن میں ان امور کا سختی سے محاسبہ کیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں باہمی عناد و فساد اور فرقہ وارانہ تلخی اور تصادم پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس ضمن میں اہل سنّت کے مختلف مکاتب فکر سے اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے باہمی اتحاد و اتفاق کی اپیل اور شیعوں کے دل آزار مساعی جلسے جلوسوں اور صحابۂ کرامؓ کی بے حرمتی اور گستاخی پر پابندی کا مطالبہ اور نصاب میں خلفاء راشدینؓ کی سیرت نکالنے کی سازش وغیرہ امور پر شدید احتجاج کیا گیا ہے۔ یہاں ان تمام قرار دادوں پر تفصیلی بحث کی گنجائش نہیں ——— یہ قرار دادیں ملک کی خیر خواہی دین کے تحفظ اور قومی سالمیت کی ترجمان ہیں۔ اور ہر لحاظ سے تائید کی مستحق ——— ظاہر ہے کہ نہ تو ایک مٹھی بھر جماعت کی خاطر ملک و ملت اس تشتت اور باہمی تقسیم کی متحمل ہے۔ اور نہ اہل سنّت اپنے اُن بزرگوں اور مقدس اسلاف کی کھلم کھلا بے حرمتی سب و شتم اور تبرا بازی یا معاندانہ سلوک کو گوارا کر سکتے ہیں جنہیں خلفاء راشدین یا صحابۂ کرامؓ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

قدوسیوں کی اس جماعت صحابہؓ کی تقدیس اور تعدیل پر ہمارے دین ہمارے افکار و نظریات ہمارے قرآن ہماری سنت اور ہمارے تمام اسلامی نظام کا مدار ہے وہ دین اور شریعت کی اساس ہیں، وہ ہمارے قرآن کی صداقت اور ہمارے پیغمبر کی حقانیت کے گواہ ہیں۔ غیر تو غیر "اپنوں" میں سے بھی اگر کوئی اٹھ کر ان ستونوں کو گراتا ہے۔ ان کی عدالت مجروح کرنے کی مذموم سعی کرتا ہے، انکی عظمت اور تقدس کو داغدار کرنا چاہتا ہے تو ہم اسے ملی خودکشی اور اپنے دین اور اپنے پیغمبر اپنی شریعت سے دشمنی ہی سمجھیں گے۔ اور پوری خیر خواہی، اخلاص اور خدا ترسی سے اس ہاتھ اس قلم اور اس زبان کو روکنے کی کوشش کریں گے کہ اگر دین کے یہ اولین محافظ (خاکم بدہن) منافق، سازشی، پالٹیکس، خود غرض یا اقربا پرور اور معاذ اللہ ظالم و جابر تھے تو جو دین اور شریعت اور جو کتاب و سنت ان کے ذریعہ ہم تک پہنچی اور جس پر دین کی عمارت کھڑی ہوئی یہ ساری عمارت اور سارا ڈھانچہ خود بخود دھڑام سے گر پڑے گا۔ صحابہ کرام کی تقدس ثقاہت اور تعدیل کا مسئلہ صرف جذبات اور نری عقیدت کا مسئلہ نہیں اور نہ اسے تعصب اور بدخواہی پر محمول کرنا چاہیئے یہ پوری شریعت اور پیغمبرِ اسلام کی صداقت اور حقانیت کا سوال ہے۔ جن لوگوں کی جانفشانی، اخلاص، علو ہمت ایثار و جہاد کی بدولت آج ہم مسلمان ہیں۔ اگر ہم "علم و تحقیق" یا عناد و تعصب کا تیشہ ان ہی پر چلانے لگیں تو اس سے بڑھ کر ناشکری اور کیا ہوسکتی ہے۔ اس صورت میں بقول امام شعبیؒ (جسے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ میں نقل کیا) "ہم یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر ثابت ہونگے اور یہود و نصاریٰ ہمارے مقابلہ میں زیادہ مرتبہ شناس اور قدر دان۔ کہ جب ان لوگوں سے پوچھا گیا کہ تمہاری ملت میں زیادہ بہتر کون لوگ ہیں۔؟ تو یہود نے کہا حضرت موسیٰؑ کے ساتھی اور عیسائیوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواری (صحابہؓ) اور ایک ہم ہیں کہ اپنے رسولؐ کے صحابہؓ کو بدترین امت ثابت کرنے لگے ـــــــ"

کیا ہم نے کبھی غور کیا کہ اس طوفان نوحہ و ماتم میں ہمارا پورا گھر (دین و شریعت) تو نہیں ڈوب رہا۔؟ اور ہماری "تحقیق و اکتشاف" کی کلہاڑی سے قصرِ اسلام میں شگاف تو نہیں پڑ رہے۔؟ ولا فعل اللہ ذٰلک فاعتبروا یا اولی الابصار۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

سمیع الحق

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ